

دوسروں سے قرض لینے کے بجائے دوسروں کو قرضہ دینے کے لیے تیار ہو جائے۔
 بالفرض اگر ہمیں بیرونی قوموں کے سود پر قرض لینے کی کوئی ناگزیر صورت پیش آ ہی
 جاتے، یعنی ہمیں اپنی ضرورت کو پورا کرنا بھی لازم ہو اور اس کے لیے ملک میں سرمایہ بھی
 نہ مل سکے، تو دوسروں سے سود پر قرض لیا جاسکتا ہے لیکن ملک کے اندر سودی لین دین
 جاری رکھنے کا پھر بھی کوئی جواز نہیں۔ ملک میں سود بند کیا جاسکتا ہے اور پورا مالی نظام
 (FINANCIAL SYSTEM) سود کے بغیر چلایا جاسکتا ہے۔ میں اپنی کتاب ”سود“
 میں یہ ثابت کر چکا ہوں کہ بینکنگ کا نظام سود کے بجائے منافع میں شرکت
 (PROFIT SHARING) کے اصول پر چلایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح انشورنس کے نظام
 میں ایسی ترمیمات کی جاسکتی ہیں جن سے انشورنس کے سارے فوائد غیر اسلامی طریقے
 اختیار کیے بغیر حاصل ہو سکیں۔ دلالی، منافع، بگڑی، کمیشن یا گڈویل (GOODWILL)
 وغیرہ کی علیحدہ علیحدہ شرعی پوزیشن ہے۔ جب اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آئیگا
 تو اس کا جائزہ لے کر یا تو سابق پوزیشن بحال رکھی جائے گی یا پھر ضروری اصلاحات
 کی جائیں گی۔

نظام عدل میں تغیرات اور ان کی نوعیت

سوال - اس پر صغیر میں چونکہ تمام قانونی ضابطہ ہائے دیوانی، فوجداری، مالیاتی
 اور عہدہ رآمد کے قوانین (PROCEDURAL LAW) وغیرہ عرصہ سے ہر عدالت
 میں جاری و ساری ہیں، اور چونکہ ڈیڑھ صدی سے تمام لوگ بالخصوص حج و کلا وغیرہ
 نہ صرف ان قوانین سے پوری طرح مانوس بلکہ اس کا وسیع علم رکھتے ہیں، اس لیے
 بھی اسلامی مملکت کے قیام سے یہاں برطانوی دور کے نظام عدل

(BRITISH RULE OF LAW) کا سارا ڈھانچہ بدن ممکن نہ ہوگا۔ تو کیا پھر بھی عدالتی
 ریفاہم لائی جائیں گی جبکہ اسلامی قانون کسی پہلو سے جامع، مرتب یا مکمل اور بدو
 (CODIFIED) نہیں ہے؟ اسلامی عدالتی نظام میں دیکھا کی حیثیت کیا ہوگی؟
 کیا اسی طرح PROCEDURAL LAW کے تحت انہیں مقدمہ جات لڑنے اور
 مقدمہ بازی (LITIGATION) کو طول دینے کا اختیار ہوگا؟ کیا اس موجود
 ترقی یافتہ دور میں بھی چور کے ہاتھ کاٹنے اور زانی کو سنگسار کرنے کی سزائیں دی
 جائیں گی؟ اور کیا قاضیوں کو قانون شہادت (EVIDENCE LAW) کی مدد
 کے بغیر فیصلے صادر کرنے ہونگے؟ پھر بین الاقوامی قسم کے ادارے مثلاً اقوام متحدہ
 (UNITED NATIONS) کی جنرل اسمبلی، سیکورٹی کونسل، بین الاقوامی عدالت
 انصاف یا کمرشل ٹریبونل اور ریسرٹ قوانین وغیرہ کی عمل داری مداخلت اندازی یا
 انٹرنیشنل لاپرواہی پر عمل پیرا ہونے اور ان کی من و عن قبولیت کے لیے اسلامی
 حکومت کا کیا رویہ ہوگا؟ اگر اسی قسم کے ادارے اسلامی کنفیڈریشن یا اسلامی
 بلاک بنا کر عمل میں لائے جائیں تو ان کو کیا حیثیت حاصل ہوگی؟ کیا اسلامی
 قانون ساز اسمبلی کے پاس شدہ یا اجتہادی احکام پر اسلامی عدلیہ کو نظر ثانی
 (REVIEW) کرنے کا اختیار ہوگا؟ اسلامی ممالک اور مسلمانوں کو ایک
 اسٹیج پر لانے کے لیے اختلافات کس طرح رفع کیے جاسکتے ہیں؟

جواب۔ اس سوال کے جواب میں یہ بات پہلے ہی سمجھ لینی چاہیے کہ جب انگریزی
 حکومت اس ملک میں آئی تھی تو اس وقت سارا قانونی نظام (LEGAL SYSTEM)
 اسلامی فقہ پر قائم تھا۔ انگریزوں نے اگر اس کو یک لخت تبدیل نہیں کیا بلکہ انگریزی
 حکومت میں ساہا سال تک اسلامی نظام ہی چلتا رہا۔ انگریز اس کو تدریج تبدیل
 کرتے رہے اور رفتہ رفتہ انہوں نے اپنا نظام رائج کیا۔ اب اگر ہم اسلامی نظام قانون

کو از سر نو قائم کرنا چاہیں تو یہ تبدیلی بھی ایک محنت نہیں، بتدریج ہی آہستگی اور اس کے لیے بہت محنت کے ساتھ ایک ایک قدم اٹھانا پڑے گا۔ اسلامی قوانین اگر مدون (CODIFIED) نہیں ہیں تو ان کے مدون (CODIFY) کرنے میں کوئی دقت نہیں ہے۔ اسی طرح اسلامی قانون کی شرحیں کثرت سے موجود ہیں، ان کو آسانی سے اردو زبان میں منتقل کیا جاسکتا ہے اور آگے نئی شرحوں کا سلسلہ چل سکتا ہے۔

اسی موجودہ ترقی یافتہ دور میں سعودی عرب میں زنا اور چوری کی سزائیں جاری ہیں۔ اور تجربے نے تمام دنیا کے سامنے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انہی سزائوں کی وجہ سے سعودی عرب میں جرائم کی اتنی کمی ہو گئی ہے جتنی دنیا کے کسی ملک میں نہیں ہے۔ اب اگر اس دور کے ترقی یافتہ ہونے کے معنی یہی ہیں کہ جرائم میں ترقی ہو تو مغربی قانونی سسٹم پر شوق سے عمل کرتے رہیے لیکن جرائم کا انسداد بھی اگر ترقی کے لیے ضروری ہے تو پھر یہ تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ اسلامی قانون سے زیادہ کارگر کوئی قانون نہیں ہے۔ دراصل اس زمانے کی لادینی تہذیب کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی ساری ہمدردیاں مجرموں کے ساتھ ہیں۔ اسی لیے یہ نقطہ نظر پیش کیا جاتا ہے کہ یہ سزائیں وحشیانہ ہیں۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہوا کہ چوری کرنا کوئی وحشیانہ کام نہیں ہے، البتہ اس پر ہاتھ کاٹنا وحشیانہ کام ہے۔ اور زنا کا ارتکاب تو مغربی تہذیب میں ایک تفریح ہے ہی۔

مجھے نہیں معلوم کہ اس خیال کا ماخذ کیا ہے کہ اسلامی قانون میں قاضیوں کو قانون شہادت (EVIDENCE) کی مدد کے بغیر فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے یا کوئی ایسا دستور العمل رہا ہے۔ حالانکہ خود قرآن نے قانون شہادت کے بہت سے اصول بیان کیے ہیں اور اس کی بیشتر شریعات حدیث اور خلفائے راشدین کے فیصلوں سے ملتی ہیں۔ بالخصوص فقہائے ان اصولوں کو نہایت محنت سے ترتیب دیا ہے اور اسلامی دور میں کوئی ایسا قاضی نہیں گزرا جس نے ثبوت کے بغیر فیصلے صادر کیے ہوں۔

وکالت کے بارے میں میرے نزدیک صرف اتنی اصلاح درکار ہے کہ قانون کی پکٹیں بند کر دی جائے اور وکلاء کو اسٹیٹ معاوضہ دے۔ اب بھی قانون کا نظریہ یہ ہے کہ وکیل کا اصل کام اپنے موکل کی حمایت کرنا نہیں ہے بلکہ عدالت کو قانون سمجھنے اور منطبق (APPLY) کرنے میں مدد دینا ہے۔ وکالت کے پیشہ بن جانے کی وجہ سے یہ خرابی پیدا ہوئی ہے کہ وکیل عدالت کو گمراہ (MISLEAD) کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ گواہوں کو سکھاتے پڑھاتے ہیں۔ عدالت کے سامنے مقدمے کی جوداد غلط لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مقدمات کو طویل بھی دیتے ہیں اور مقدمہ بازی کو بڑھاتے بھی ہیں۔

بین الاقوامی قسم کے تمام اداروں میں ہم شریک ہو سکتے ہیں۔ ان کے اندر اگر کوئی چیز بھی ہمارے اصول کے مطابق نہ ہوگی تو ہم اس کی حد تک اپنی الگ پالیسی بنائیں گے اور اسی حد تک ہماری شرکت میں اشتہا ہوگا۔ مسلمان ممالک خود اپنی دولت متحدہ (COMMON WEALTH) یا تحائف (CONFEDERATION) بنا سکتے ہیں اور اسلامی اصول کے مطابق باہمی تعلقات کے طریقے مقرر کر سکتے ہیں۔

اسلامی قانون ساز اسمبلی کے طے کیے ہوئے اجتہادی احکام پر اسلامی عدلیہ نظر ثانی (REVIEW) کر سکتی البتہ اگر وہ احکام قانون ساز اسمبلی کے اختیار سے تجاوز کر رہے ہوں تو ان کو حدود اختیار سے متجاوز کر دے سکتی ہے۔ اسلامی ممالک اور مسلمانوں کو ایک ایسے اسٹیج پر لانے کے لیے اختلافات رفع کرنے کی صورت نایک ہوگی۔ مسلمان ایمانداری کے ساتھ قرآن اور سنت کی ہدایت پر چلنے کے لیے تیار ہوں تو قرآن کی تاویل اور سنت کی تحقیق میں اختلافات ہو سکتے ہیں لیکن وہ مل کر کام کرنے میں مانع نہیں ہو سکتے اگر ہم اس اصول کو مانیں کہ جو شخص بھی قرآن اور سنت کو سند و حجت (AUTHORITY) مانے اور حضور ﷺ کی کائنات کے بعد کسی دوسری نبی نہ آئے۔ ہماری برادری کا آدمی ہے تو یہ چیز کسی آدمی کو ہماری برادری خارج نہیں کر سکتی کہ وہ قرآن کے احکامات کو مختلف سمجھ رہا ہے اور اس کے نزدیک کسی معاملہ میں سنت کوئی اور بات ثابت ہوتی ہے! اس کی مثال یہاں ایسی ہے کہ سنی عدالتیں بھی پاکستان کے دستور اور قانون کو واجب الادا سمجھتے ہیں اور ان کے مطابق کام کرتی ہیں۔ اس ملک کی جائز عدالتیں ہیں۔ اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام عدالتوں کے فیصلے بھی یکساں ہوں۔